© rasailojaraid.com

سلسلۂ تقاریر تعارفِ الکتاب

ڈاکٹر اسرار احمد

اَمَّنْ خَلَقَ ۲۰

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَھْجَۃٍ ۚ مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَھَا ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ بَلْ ھُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ (النمل ۶۰)

قرآن مجید کا بیسواں (۲۰) پارہ "اَمَّنْ خَلَقَ" کے نام سے موسوم ہے اور اس میں پہلے سورۃ النمل کی بقیہ چونتیس (۳۴) آیات شامل ہیں پھر سورۃ القصص مکمل اور آخر میں سورۃ العنکبوت کی پہلی چوالیس (۴۴) آیات شامل ہیں۔ سورۃ النمل کا جو حصہ اس پارے میں وارد ہوا ہے اس میں اکثر و بیشتر وہی مضامین، اسلوب اور انداز بیان کسی قدر فرق کے ساتھ وارد ہوئے ہیں جو اکثر مکی سورتوں میں آئے ہیں، یعنی آفاق و انفس کے شواہد اور دلائلِ فطرت سے توحید باری تعالیٰ، معاد و آخرت اور نبوت و رسالت کا اثبات، بالخصوص ایمان بالآخرۃ پر اس سورۂ مبارکہ میں بہت زور دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں منکرینِ آخرت کے طرزِ عمل پر ایک بہت بھرپور تبصرہ کیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے: بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ قف بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْھَا قف بَلْ ھُمْ مِّنْھَا عَمُوْنَ ○ (آیت ۶۶) ان لوگوں کا علم و فہم، ان کی دانش، ان کا شعور اور ان کی سمجھ سب تھک ہار کر رہ گئے۔ یعنی آخرت تک ان کی رسائی نہیں ہو پا رہی۔ آخرت کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں بلکہ وہ آخرت کے باب میں تو بالکل اندھے ہو گئے ہیں کہ انہیں بالکل نہیں سوجھ رہا کہ ان کی اصل زندگی وہ ہے جو موت کے بعد شروع ہو گی اور ان کا وہ انجام جس سے بہر حال ان کو دوچار ہو کر رہنا ہے آخرت کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس کے بعد سورۃ القصص وارد ہوئی ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کا تقریباً نصف حضرت موسیٰ علیہ السلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں بالخصوص ان کے بچپن کے حالات' عنفوانِ شباب کے حالات اور پھر ان کی زندگی کا وہ دور بھی جب کہ وہ نبوّت سے سرفراز ہونے سے قبل فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے قتل یا تشدّد کے اندیشہ سے مصر سے فرار ہو کر مدین پہنچے تھے جب وہ مدین پہنچے تو بستی میں سے باہر ایک کنوئیں کے پاس بیٹھ گئے' اس حال میں کہ انتہائی درماندہ تھکے ہوئے ہیں اور ایک ایسی سرزمین میں جہاں کوئی جاننے پہچاننے والا نہیں۔ اس وقت ان پر جو احتیاج کی کیفیت تھی اس کی شدّت کا اظہار ان الفاظ میں ہوا جو ان کی زبان پر دعا کی صورت میں وارد ہوئے: رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (آیت ۲۴) اے رب میں ہر چیز کا محتاج ہوں جو بھلائی اور جو خیر بھی تو میری جھولی میں ڈال دے میں اس کا ضرورت مند ہوں۔ یہ ایک انسان کا جو معاملہ اپنے رب کے ساتھ ہونا چاہیے' احتیاج' انکساری اور عاجزی کا جو انداز اسے اختیار کرنا چاہیے' اس کی تعبیر کے لیے بہت ہی جامع الفاظ ہیں۔

سورۃ القصص میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر بھی ہوا ہے جس کا نام قارون تھا اور جو بہت دولت مند تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوم کا غدار تھا۔ اگرچہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا لیکن بنی اسرائیل پر ستم اور ظلم ڈھانے میں وہ فرعون اور آلِ فرعون کا آلۂ کار بنا ہوا تھا اور غالباً اسی وجہ سے حکومتِ وقت کی اس پر نگاہِ کرم تھی اور اسی بنا پر اس کے پاس اتنی بے اندازہ دولت جمع ہو گئی تھی کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اٹھانے کے لیے بھی کئی تنومند لوگ درکار تھے۔ اس کے بارے میں ایک بات تو یہ بیان ہوئی کہ جب بنی اسرائیل کے کچھ نیک دل لوگوں نے اس سے یہ کہا: اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ (آیت ۷۷) کہ اے اللہ کے بندے جس طرح خدا نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے' تجھے دولت سے نوازا ہے' تو بھی اللہ کی مخلوق سے بھلائی کر اور لوگوں کی احتیاجات دُور کرنے کے لیے اپنی دولت خرچ کر۔ تو اس کا جواب اس نے انتہائی متکبرانہ انداز میں دیا کہ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ (آیت ۷۸) میں نے یہ دولت اپنی ذہانت اور فطانت سے حاصل کی ہے' یہ میری محنت کا نتیجہ ہے' اس کو میں نے اپنی کوششوں سے حاصل کیا ہے تو میں اسے دوسروں پر کیسے صرف کروں؟ یہ درحقیقت کسی بھی متکبر اور مغرور اور بزعمِ خود غلط شخص جس کے پاس دولت آ گئی ہو' کی ذہنیت کی عکاسی کرنے والے الفاظ ہیں۔ ساتھ ہی ایک اور نقشہ بھی سامنے لایا گیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ اس کی دولت پر رشک کرتے تھے' ان کے الفاظ نقل ہوئے ہیں: یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۵ (آیت ۷۹) کاش کہ ہمارے پاس بھی وہی کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے لیکن جب اللہ کی پکڑ قارون پر آئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا تو وہی لوگ جو کل تک تمنا کرتے تھے کہ کاش ہمارے پاس بھی قارون ہی کی طرح کی دولت ہوتی انہوں نے یہ الفاظ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہم پر نہ ہوتا تو ہم بھی زمین میں دھنس گئے ہوتے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کو ظاہر سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے' مال واسباب دنیوی درحقیقت اللہ کی رضا کی علامت نہیں ہیں' اللہ کبھی یہ چیزیں دے کر کسی کو آزماتا ہے اور جب وہ شخص ناکام ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اسے اسی دنیا میں ہی آلیتی ہے اور کبھی اس کا معاملہ آخرت کے لیے اٹھا رکھا جاتا ہے۔

اس کے بعد مصحف میں سورۃ العنکبوت آتی ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں تمام تر خطاب کا رخ مسلمانوں کی طرف ہے اور اس کا اہم ترین مضمون یہ ہے کہ مسلمانو! مشکلات و مصائب اور شدائد و تکالیف سے دل برداشتہ نہ ہو۔ یہ ہماری سنتِ سابقہ ہے' یہ ہمارا ہمیشہ کا طریقہ رہا ہے کہ جس نے بھی ایمان کا دعویٰ کیا ہے ہم نے اسے آزمایا ہے۔ یہ آزمائش اس راہ میں لازمی شے ہے' اس لیے کہ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کون واقعی مومن ہے اور کون جھوٹ موٹ کا مومن بنا پھرتا ہے۔ فرمایا: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (آیت ۲) کیا لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے صرف یہ کہنے پر کہ وہ ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہ جائے گا۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (آیت ۳) حالانکہ ہم نے ہمیشہ آزمایا ہے ان کو جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں: فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۵ (آیت ۳) اور اللہ تعالیٰ تو بالکل کھول کر رکھ دے گا کہ کون سچے ہیں اپنے دعویٰ ایمان میں اور کون جھوٹے ہیں۔ آگے چل کر اسی بات کو اور کھول دیا گیا: وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ۵ (آیت ۱۱) اور اللہ تعالیٰ بالکل کھول کر رکھ دے گا کہ کون ہے مومنِ صادق اپنے دعویٰ ایمان میں اور کون ہے منافق۔ اہل ایمان مومنینِ صادقین اور منافقین کے مابین امتیاز انہی آزمائشوں کے طفیل ممکن ہے۔ اسی سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جدا ہو سکتا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ میں قصص الانبیاء اور انباء الرسل بھی بیان ہوتے' لیکن ان میں بھی اصل پہلو یہی ہے کہ مسلمانوں کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ جس راستے پر تم چل رہے ہو یہ پھولوں بھرا راستہ کبھی نہ تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ہمیشہ کانٹوں سے بھرا رہا ہے۔ ہمارے نبیوں اور ہمارے رسولوں نے ہمیشہ صبر و استقامت کا معاملہ کیا ہے۔ ان میں سے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک دعوت دی' اس کے باوجود ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جانے والی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس راہ پر صبر و ثبات کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے چلے جانا' یہ ہے انبیاء کرام اور ان کے ماننے والوں کا فرضِ لازم اور فرضِ منصبی۔ نتائج کو اللہ کے حوالے کرنا چاہیے' اور اس راہ کے شدائد و مصائب اور آسائشوں سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

TO CHRISTIANS WITH LOVE

Based on the lectures delivered by

Dr. Israr Ahmad

Price Rs. 8.00

Markazi Anjuman Khuddam-ul-Qur'an, Lahore

احباب نوٹ فرمالیں!

انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی کے دفتر میں اب ای میل (E.Mail) کی سہولت موجود ہے۔ کوڈ حسب ذیل ہے:

anjuman@anjuman.khi.erum.com.pk.

© rasailojaraid.com